اسلامی تمدن

(۵)

جناب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

وضع قطع

یہ بھی ایک قابل توجہ بات ہے کہ "اسلامی تمدن" میں شکل وصورت کو کسی خاص وضع قطع سے رکھنا کوئی اہمیت رکھتا ہے یا نہیں؟ تو اسلام نے اس کا جواب اثبات میں دیا ہے اور اس کی اہمیت کو اگرچہ حدِ فرض تک نہیں پہنچایا لیکن وجوب یا سنت موکدہ تک ضرور پہنچایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری ومسلم کی یہ صحیح احادیث خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب واعفوا اللحی (بخاری ومسلم)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مونچھوں کو محو کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب (بخاری ومسلم)[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مشرکوں کی مخالف روش اختیار کرو ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں محو کراؤ۔
جزوا الشوارب وارخوا اللحی و	مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کے

[1] رواہ اصحاب الستۃ۔ یہ روایات صحاح ستہ میں منقول ہیں۔

خالفوا المجوس۔ (صحاح) | خلاف وضع اختیار کرو۔

عن ابی هریرة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الفطرة خمس الختان و الاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار و نتف الابط (صحاح ستہ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ باتیں فطرت کا تقاضا ہیں یا فطری شعار ہیں۔ ختنہ کرانا۔ موئے زیرناف لینا۔ مونچھوں کا کتروانا۔ ناخن کتروانا بغل کے بال صاف کرانا۔

عن انس وقت لنا فی قص الشارب وتقلیم الاظفار و نتف الابط وحلق العانة ان لا نترك اکثر من اربعین یوماً۔ (مسلم) و اصحاب السنن)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے (مسلمانوں) کے لئے مونچھوں کے کتروانے، ناخن کتروانے، بغل کے بال صاف کرانے موئے زیرناف صاف کرانے کے متعلق یہ حکم کردیا گیا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ اس حالت پر گذرنے نہ پائیں کہ ہم اس کی تعمیل نہ کرسکے ہوں۔

عن ابن عمرؓ انه امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیة (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مونچھیں محو کرائیں (یا ترشوائیں) اور ڈاڑھی بڑھائیں۔

ریش و بروت | دعوتِ اسلام سے قبل تمام اہلِ عرب عموماً ڈاڑھی رکھتے تھے بلکہ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام سامی اقوام میں عموماً ڈاڑھی رکھنے کا رواج موجود تھا مگر ساتھ ہی ان کی مونچھیں لبوں سے آگے بڑھی ہوئی اور دونوں جانب رخساروں پر عموماً چڑھی رہتی تھیں اور وہ مونچھیں ترشوانے یا ان کو محو کرانے کے عادی نہیں تھے۔ اس کے برعکس ایران کے مجوسیوں، ہندوستان کے ہندوؤں اور یورپ و ایشیا کی

دوسری بت پرست اقوام میں یہ رسم جاری تھی کہ وہ ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھوں کو لبوں پر پڑی رہنے دیتے تھے نہ ترشواتے تھے اور نہ محو کراتے تھے بلکہ ایران کے مجوسی تو عموماً مونچھیں بڑھاتے اور چڑھاتے تھے چنانچہ ایران کے بادشاہ کی جانب سے جب دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک وفد ذات اقدس کی کی گرفتاری کے لئے بھیجا گیا ہے تو خرخسرہ اور باذان کی ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی اور مونچھیں چڑھی ہوئی تھیں جن کو دیکھکر آپ نے فرمایا تھا کہ یہ متکبروں کا طرز ہے اور میرے خدا کو سخت ناپسند ہے [۱]

بہر حال عرب کے دائیں بائیں جو مشرک اور بت پرست قومیں تھیں وہ ڈاڑھی مونڈاتی تھیں اور مونچھیں نہ محو کراتی اور نہ ترشواتی تھیں اور خود عرب کے مشرکین اگرچہ ڈاڑھی رکھتے تھے مگر مونچھیں لبوں تک بڑھاتے اور اکثر چڑھاتے تھے اور نہ ترشواتے تھے اور نہ محو کراتے تھے۔

اب جبکہ اسلام کے ہادی برحق نے خدائے تعالیٰ کا پیغام "اسلام" کائنات کو سنایا اور لوگوں کی غلط اور خود ساختہ رسموں کے خلاف انبیاء و رسل کی جاری کردہ رسوم (شعائر) کی تبلیغ شروع کی تو منجملہ اور امور کے مسلمانوں کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ ان کی ہیئت و وضع مشرکین کی ہیئت و وضع سے ممتاز ہونی چاہئے لہٰذا اس سلسلہ میں یہ حکم بھی دیا گیا کہ مسلمان ڈاڑھی بڑھائیں اور مونچھیں ترشوائیں یا محو کرائیں۔ یعنی یہ دونوں باتیں ایک ساتھ عمل میں آنی چاہئیں تاکہ اس طرح مسلمانوں اور مشرکین عرب و عجم کے درمیان بیک وقت خاص امتیاز پیدا ہو جائے۔ پس اگر فقط ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا جاتا اور مونچھوں کے معاملہ سے کوئی تعرض نہ ہوتا تو اگرچہ مجوس اور یورپ و ایشیا کی دوسری بت پرست اقوام کے مقابلہ میں امتیاز ہو جاتا مگر خود مشرکین عرب کے اور مسلمانوں کی ہیئت و وضع کے درمیان کوئی امتیاز پیدا نہ ہوتا۔ اور اگر اس حکم نبوی کا مقصد صرف مونچھوں کی ہیئت کو تبدیل کرانا ہوتا تاکہ مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان ہیئت و وضع میں امتیاز ہو سکے اور ڈاڑھی بڑھانے کی اہمیت اس لئے نظر انداز ہوتی کہ یہ عمل تو

---

[۱] روض الانف سہیلی ج ۲ و تاریخ ابن کثیر ج

مسلم وغیر مسلم تمام عرب بلکہ سامی اقوام کرتی ہی چلی آتی ہیں تو پھر یہ حکم "العیاذ باللہ" مہمل ٹھیرتا اس لئے کہ عقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہیئت ووضع کو عرب مشرکین کے مقابلہ میں ممتاز کرنا تو ضروری سمجھا مگر دنیا کے باقی مشرک اور بت پرست اقوام کے مقابلہ میں اس امتیاز کو نظر انداز فرمادیا حالانکہ مشرکینِ عرب کے ساتھ تو ایک قسم کا ملکی اور تمدنی اشتراک بھی موجود تھا جو دوسرے مشرکین کے ساتھ نہیں تھا۔

پس جن مغرب زدہ اہلِ علم نے اس مسئلہ میں یہ موشگافی فرمائی ہے کہ چونکہ عرب بلکہ سامی اقوام میں ڈاڑھی رکھنے کا رواج شروع ہی سے تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات میں کہ جن میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے یا محو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ دراصل ڈاڑھی بڑھانے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ یہ ضمنی بات ہے اور اصل مقصد مشرکین عرب کے خلاف صرف مونچھوں کی ہیئت ووضع کو تبدیل کرانا ہے ان کی موشگافی قطعاً باطل اور خلاف واقعہ ہے بلکہ مقصد نبوی کی تحریف پر بے جا جسارت ہے۔

غرض ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم صاف اور صریح نصوص حدیثی کے مطابق اسلامی تمدن کے شعبۂ "وضع وہیئت" میں بہت اہم حیثیت رکھتا اور اسلامی شعار کہلانے کا مستحق ہے اور انبیاء ورسل کی سنت متوارثہ ہے۔ نیز ان احادیث صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس حکم سے صاحبِ شریعت کا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت ووضع کے درمیان اور مشرکین کی ہیئت ووضع کے درمیان تشبہ باقی نہ رہے۔ اسی طرح یہ ہیئت ووضع مستقل طور پر اسلامی تمدن کا جزء بنادی گئی ہے۔ پس اگر آج مشرکین یا یہود ونصاریٰ یعنی کوئی غیر مسلم قوم وملت اسلامی تمدن کی اس وضع وہیئت کو بعینہٖ اختیار کرلے تب بھی اب یہ حکم اپنی جگہ بحالہٖ قائم رہے گا اور یہ تشبہ کے ان مسائل میں سے شمار نہیں ہوگا جو دوسری اقوام کے ترک واختیار پر محمول رہتے ہیں چنانچہ اس بنا پر ہم نے "تمدنِ اسلامی" کی بحث کے

ابتدا ہی میں یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ مسئلہ محض "من تشبہ بقوم فھو منھم" کے قاعدہ کے نیچے داخل نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق صاحبِ شریعت سے مستقل "امر" ثابت ہو چکا ہے تو اس مسئلہ کی بنیاد اس "امر" ہی پر قائم رہے گی البتہ اس کی حکمت و مصلحت کی بحث میں "خالفوا المجوس" اور "خالفوا المشرکین" کو ضرور پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر آج مصر میں یا یورپ کے شہروں اور ملکوں میں یہودیوں نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا بعینہٖ یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہو جو اسلامی تمدن کی تعلیم میں موجود ہے تو اس بنا پر ریش و بروت سے متعلق یہ اسلامی حکم اپنی جگہ پر اسی طرح قائم رہیگا اور یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ یہود کی مخالفت میں ہم ڈاڑھی منڈانے لگیں۔ ہاں اسلامی تمدن کے اس اصل حکم کو باقی رکھتے ہوئے اس خاص مسئلہ میں کوئی دوسرا امتیاز ایسا کیا جا سکتا ہے جو ان سے ممتاز کر دے۔ مثلاً یہود میں جو ڈاڑھی رکھتے ہیں وہ عموماً اس کو نہیں ترشواتے تو مسلمان یہ امتیاز قائم کر لیں کہ وہ "قبضہ" (یکمشت) سے زیادہ ڈاڑھی کو نہ بڑھنے دیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا یہی معمول رہا ہے۔

وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کرتے تو فارغ
قبض علی لحیتہ فما فضل	ہونے پر جب خط بنواتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی (قبضہ)
اخذہ (صحاح ستۃ)	میں پکڑ لیتے اور اس سے جس قدر فاضل ہوتی اس کو ترشوا دیتے تھے۔
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرض و طول دونوں
یأخذ من لحیتہ من عرضھا و طولھا (ترمذی)	جانب سے ریش مبارک کو بنواتے تھے۔

یا مثلاً ڈاڑھی کے بال اگر سپید ہونے لگے ہوں تو یہود (اہلِ کتاب) کے طرز کے خلاف ان میں کبھی کبھی جائز خضاب لگایا جائے کیونکہ یہود ایسا کرنے کو برا سمجھتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ارشادِ مبارک ہے۔

غیروا الشیب ولا تشبھوا	بالوں کی سپیدی کو رنگ لیا کرو اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو

بالیہود (سنن) (یعنی وہ رنگنا خضاب لگانا ممنوع سمجھتے ہیں۔)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ان الیہود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کے خلاف کرو (صحاح ستہ)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے بلکہ ان کے عقیدہ کے خلاف کو بھی معمول بہا بنانا ہے ان روایات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ڈاڑھی رکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان چہرہ پر بالوں کا ایک ایسا جھنڈ رکھ لے کہ جس کی نہ اصلاح کی جائے اور نہ اس کو طول وعرض سے بنوا کر بارونق بنایا جائے بلکہ خود حدیث صحیح میں ایسی پراگندہ صورت رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

عن عطاء بن یسار قال	حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی
کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف فرما
فی المسجد فدخل رجل ثائر	تھے کہ ایک شخص مسجد میں اس حالت میں آیا کہ اس
الرأس واللحیۃ فاشار	کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال پراگندہ اور بے تکے
الیہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ	بڑھے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
کأنہ یامرہ باصلاح شعرہ	دست پاک سے اشارہ کر کے اس کو بتایا کہ اپنی ڈاڑھی کو
ولحیتہ ففعل ثم رجع	اپنے سر کے بالوں کی اصلاح کر کے آؤ وہ شخص واپس
فقال صلی اللہ علیہ وسلم	چلا گیا اور سر کے بالوں کی اور ڈاڑھی کی اصلاح کرا کے
الیس ھذا خیراً من ان	تب پھر حاضر ہوا آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ معقول
یاتی احدکم ثائر الرأس	صورت ہونا اس بات سے بہتر نہیں ہے کہ آدمی منہ اور
کانہ شیطان۔	سر کے بالوں کو پراگندہ حال بنا کر ایسا بن جائے کہ
(موطا امام مالک)	گویا شیطان ہے۔

ریش و بروت اور فقہی فیصلہ

مسطورہ بالا نصوص سے جو کہ ریش و بروت سے متعلق ہیں فقہائے اسلام نے یہ استنباط کیا ہے کہ داڑھی منڈانا حرام اور گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ہے اور یہ مسئلہ ان فقہی مسائل میں سے ہے جن پر فقہ اسلامی کے چاروں متداول مسالک (اسکولس) متفق و متحد ہیں اور کسی ایک کا بھی اختلاف مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار اور فتح القدیر میں ہے۔

ویحرم علی الرجل قطع لحیتہ الخ۔۔	داڑھی ترشوانا یا منڈانا حرام ہے اور
واما الاخذ منہا وھی مادون	"قبضہ" (یکمشت) سے کم کو ترشوانا
القبضۃ۔۔ فلم یجزہ احد	مباح نہیں ہے۔

اور مالکی فقہ کی مستند کتاب الابداع میں ہے۔

مذہب السادۃ المالکیۃ	مالکی مشاہیر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ داڑھی منڈانا
حرمۃ حلق اللحیۃ وکذا	حرام ہے اور اگر مثلہ کی حد تک ہے تو ترشوانا بھی
قصہا اذا کان یحصل بہ	ممنوع ہے۔ "مثلہ" کی مقدار فقہاء کے نزدیک
مثلۃ۔ الخ	مادون القبضہ (یکمشت سے کم) ہے۔"

اور امام شافعیؒ کی اپنی کتاب "کتاب الام" میں بھی یہی حکم منقول ہے۔

وقال ابن الرفعۃ بان الشافعی رحمہ اللہ	ابن الرفعہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں
نص فی الام علی التحریم (شرح العباب)	تصریح کی ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے۔

اسی طرح حنبلی مذہب میں بھی بصراحت داڑھی منڈانے کی حرمت مذکور ہے۔

منہم من صرح بان المعتمد حرمۃ	حنابلہ میں سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان کے یہاں
حلقہا ومنہم من صرح بالحرمۃ ولم یحک	معتمد قول یہی ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے اور صاحب
خلافا لصاحب الانصاف (الانصاف)	انصاف نے اس مسئلہ میں حرمت کو نقل کرتے ہوئے کسی حنبلی فقیہ کا خلاف بیان نہیں کیا۔

نصوصِ احادیث سے ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم اور ائمہ اربعہ سے باتفاق اس کے ترک پر حرمت کا فیصلہ اس امر کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسلامی تمدن میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کے لئے تمام حیلے اور بہانے قابلِ رد ہیں۔ کیونکہ ہیئت و وضع انسانی میں اس مسئلہ کو "شعارِ واجب" کی حیثیت حاصل ہے۔

اس مسئلہ کے علاوہ مسطورہ بالا احادیث میں چند اور امور بھی مذکور ہیں جن کو اسلامی تمدن میں "امتیازی حیثیت" حاصل ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ فقہی حکم کے لحاظ سے ان کے اختیار پر "وجوب" اور ترک پر "حرمت" کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ امور دینِ فطرت میں "فطری تقاضا" سمجھے گئے ہیں اور ان کو ملتِ ابراہیم (دینِ حنیف) میں "شعارِ مسنون" کی حیثیت حاصل ہے، ان میں سے "ختنہ" ایسا عمل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جسمانی اور روحانی نسل کے لئے "شعارِ ابراہیمی" کہا جاتا ہے اور اگرچہ "وجوب" کا درجہ نہیں رکھتا تاہم اگر کوئی مسلم آبادی اس عمل کے ترک پر اتفاق کر بیٹھے تو امیر یا قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ بہ جبر ان کو اس عمل کا خوگر بنائے

اس کے بعد ناخن ترشوانا بغل کے بال بنوانا اور موئے زیرِ ناف لینا بھی مسنون اعمال ہیں اور حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق ان کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا "مکروہ" ہے۔

غرض ایک مسلمان کی ہیئت و وضع کا امتیاز یہ ہے کہ وہ یکمشت داڑھی رکھے مونچھیں ترشوائے یا محو کرائے۔ ناخن بڑھنے نہ دے اور موئے بغل و زیرِ ناف کو صاف کرلے کیونکہ یہ مجموعۂ عمل بلاشبہ "مسلمان" کو تمام غیر مسلموں کی وضع اور ہیئت سے ممتاز بنادے گا جو اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب ہے

مرد و عورت کی ہیئت و وضع میں امتیاز

"ہیئت و وضع" کے سلسلہ میں دوسرا اہم مسئلہ مرد و عورت کے درمیان امتیاز سے متعلق ہے۔ اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اصل اور اساس ہے۔

لعن صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی
المتشبھین من الرجال بالنساء	ہے جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں اور
والمتشبھات من النسآء	ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کے ساتھ
بالرجال (ترمذی)	مشابہت کا روپ بھرتی ہیں۔
لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے
الرجل یلبس لبس المراءۃ	جو عورتوں کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی ہے
والمراءۃ تلبس لبسۃ الرجل	جو مردوں کا لباس پہنے یعنی ایک دوسرے کا روپ
(ابوداؤد)	بھریں۔

اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ جبکہ فطرتِ الٰہی نے انسان کی ان دونوں اصناف کو خلقت میں جدا جدا صنف بنایا ہے تو دونوں کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہیئت ولباس میں ایک دوسرے کے مشابہ بننے کی سعی نہ کریں کیونکہ ایسا کرنا اپنے اندر فطرت کے خلاف تغیر وتبدل پیدا کرنا ہے۔ لہذا دین فطرت (اسلام) اس قسم کے تغیر کو حرام قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ وہ امور کیا ہیں جن سے مرد اور عورت کے متعلق یہ کہا جائے کہ ان دونوں نے ہیئت ولباس میں ایک دوسرے کی مشابہت پیدا کرلی ہے یا یہ کہ ایک نے دوسرے کا روپ بدل لیا ہے تو یہ فیصلہ عرف عام پر موقوف رہے گا۔ یعنی عرفِ عام میں لباس اور شکل وہیئت کی جو چیزیں ایسی ممتاز ہوں کہ وہ مردوں کے یا عورتوں کے لئے ہی مخصوص سمجھی جاتی ہوں تو جو مرد و عورت اپنی صنف کے خلاف ہیئت یا لباس ووضع کو اختیار کرے گا۔ وہ احادیث کی وعید کا مستحق قرار دیا جائیگا۔

تاہم اس وعید کے پیشِ نظر تھیٹر یا سینما کے ایکٹروں کی طرح مرد کا عورت کے روپ کو اختیار کرنا اور عورت کا مرد کے بھیس میں ہونا اسلامی تمدن کے قطعاً خلاف ہے۔

اسی طرح "مخنث" بنانا یا بنانا بھی حرام اور معاشرتی تمدن میں بہت سخت جرم ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے ایک مخنث کے متعلق یہ حکم دیدیا تھا کہ یہ مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہ ہونے پائے۔ دراصل خلاف فطرت یہ عمل عجمی بادشاہوں کی مذموم ایجاد ہے کیونکہ ایک جانب وہ چاہتے تھے کہ ان کی حرم سرا میں عورتوں کی طرح مرد بھی خدمت گذار رہیں اور دوسری جانب ان کی یہ خواہش تھی کہ ان کے حرم ان خدمت گذاروں کے ساتھ بدکاری میں ملوث نہ ہونے پائیں لہذا انھوں نے مردوں کو خصی کر کے مخنث بنانے کا ملعون رواج قائم کیا۔

اور جو مرد، مرد ہونے کے باوجود اپنی چال ڈھال، اپنی ہیئت و وضع اور اپنا لباس وغیرہ عورتوں کی طرح بہ تصنع بناتے ہیں ان کا یہ عمل بھی اسلامی تمدن میں "عملِ خبیث" سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ وضع و ہیئت عملاً مخنث بننے کے مرادف ہے۔

اسی طرح یورپ کے جدید فیشن کے مطابق جو عورتیں مردانہ لباس پہن کر مردوں کی ہیئت و وضع اختیار کرتی ہیں ان کا یہ عمل بھی بلاشبہ مسطورہ بالا صحیح احادیث کی وعید کے تحت میں داخل ہے۔[۱]

نیز عورتوں کا سر کے بالوں کو ترشوانا جیسا کہ آجکل مغربی تہذیب کی تقلید میں عورتیں فیشن ایبل بال ترشوا کر مردوں کی مشابہت پیدا کرنے کی سعی کرتی ہیں یہ بھی ممنوع اور تمدن اسلامی کے قطعاً منافی ہے۔

گذشتہ برسوں میں پنجاب میں اس مسئلہ کے متعلق ایک متفرنج مولوی صاحب نے جدید فیشن کے مطابق بال ترشوانے کو جائز قرار دیا تھا اور نہ صرف جواز ہی تک بات کو ختم کیا۔ بلکہ العیاذ باللہ روایات سے یہ ثابت کرنے کی سعی نامشکور بھی کی تھی کہ یہ عمل ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) سے بھی ثابت ہے۔

---

[۱] اگر ایک عورت اپنی عزت و ناموس کو خطرہ میں دیکھکر اس کے تحفظ کی خاطر مردانہ بھیس بدل کر وقتی حفاظت کو کام میں لاتی ہے تو یہ اور اسی قسم کی بعض دوسری جزئیات اس وعید سے خارج ہیں اور ایسے مسائل کے متعلق ارباب فتویٰ سے استصواب کرنا چاہیے۔

تو اس غلط استدلال کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو بعض ازواجِ مطہرات نے اپنے سر کے بالوں کو بے زینت بنانے کے لئے مقراض سے دو تین لٹیں اس طرح سے کاٹ دیں کہ سر کے بال بھی اپنی جگہ اسی طرح رہے کہ چوٹی بندھ سکے اور بالوں کی یکسانیت جو موجب زینت تھی وہ مجروح ہوجائے چنانچہ خود بھی ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم نہیں چاہتے کہ ان میں کسی قسم کی زینت باقی رہے۔

لیکن ان خوش فہم مولوی صاحب نے ان ازواجِ مطہرات کے ایک ایسے عمل کو جس کا موجودہ فیشن سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا جوش تفریح میں اس فیشن کے ثبوت میں بنا دیا حالانکہ یہ بات صاف اور واضح ہے کہ ازواج مطہرات کا یہ عمل بالوں کی زینت کو بے زیب بنانے کے لئے تھا۔ اور موجودہ فیشن حصولِ زینت کے لئے کیا جاتا ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات کے اس عمل کے باوجود ان کے سروں پر اسی طرح چوٹی باقی رہی جس طرح عورتوں کی امتیازی شان کے مطابق دوسری عورتوں کے چوٹیاں تھیں اور جو عرفاً و مذہباً عورتوں اور مردوں کے درمیان بہت نمایاں امتیاز ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ ازواج مطہرات ایک ایسے عمل پر اقدام کرتیں جس کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو جیسا کہ طبرانی کی معجم کبیر میں بسندِ حسن ثابت ہے۔

عن ابن عمرو بن العاص	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
نهى النبی صلی اللہ علیہ	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان آزاد عورت کو
وسلم عن الجمة	ایسے بال رکھنے کو منع فرمایا ہے جو کانوں تک یا کانوں
للحرة۔	سے اوپر تک ہوں (وہ کٹے ہوئے ہوں یا اور کسی
(مجمع الزوائد)	طرح بنائے گئے ہوں)

نیز جبکہ حج و عمرہ کے موقعہ پر جہاں فراغتِ نسک کے بعد بالوں کا منڈانا یا کتروانا ضروری ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے صرف تقصیر کا حکم دیا اور حلق کی ممانعت فرمادی اور تقصیر کا تعامل زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلفاً عن خلفٍ بالوں کی صرف ایک آدھ لٹ کو تراش دینا قرار پایا تو کس طرح کسی کو اس جسارت کا حق حاصل ہے کہ وہ موجودہ فیشن کے مطابق عورتوں کے بال ترشوانے کو اسلامی تمدن میں داخل کرسکتا ہے۔ درآنحالیکہ ایسی صورت میں دو خرابیاں لازم آجاتی ہوں ایک مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا اور دوسری بالوں کو اس حد تک ترشوانا جس کے متعلق صحیح حدیث میں ممانعت موجود ہے۔

وشم وضع وہیئت سے متعلق اسلامی احکام تمدن میں زمانۂ جاہلیت کی رسم "وشم" (بدن کو گدھوانا) ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حصۂ جسم کو گدھوانے کا طریقہ بت پرست اقوام میں قدیم سے رائج ہے اور گذشتہ زمانہ میں اس کو زینت وتجمل کے طریقوں میں سمجھا جاتا تھا مگر جب اسلام نے ان رسوم جاہلیت کو جو کہ فطرت کے خلاف تھیں مٹا کر کائناتِ انسانی کی اصلاح کی تو اس عمل کو بھی ممنوع قرار دیا اور سمجھایا کہ یہ عمل دراصل جسم انسانی کی فطری زیبائش کو بدہیئت بناتا ہے۔ جس کو عربی میں "مثلہ" (فطری ہیئتِ جسم کو بگاڑنا) کہتے ہیں نیز اس طریق سے کوئی حسن وزیبائش پیدا نہیں ہوتی اور بلا وجہ جسم کو ایذا دینا ہوتا ہے

عن ابن عباس لُعِنت	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ملعون ہے
الواصلۃ والمستوصلۃ و	دھوکا دینے کے لئے دوسروں کے بال اپنے بالوں میں گوندھ
النامصۃ والمتنمصۃ والواشمۃ	لمبی چوٹی بنانے والی یا بنوانے والی اور پیشانی کے بال
والمستوشمۃ (الحدیث)	اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی اور بدن گودنے
(ابوداؤد)	والی اور گدھوانے والی۔

ایسا کرنا فطرت کے خلاف ہے جس کے لئے اسلامی تمدن میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے

مختلف پیشے اور ان کے آداب

اسلامی تعلیم میں "تجارت" "صنعت وحرفت" اور "زراعت" کو کسبِ معاش کے لئے بہترین ذریعہ بنایا گیا ہے اس لئے کہ ان ذرائع سے انسان محنت اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کماتا ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک یہ ہے۔

ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدیہ و ان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدیہ۔ (بخاری)	کوئی انسان اس روزی سے بہتر نہیں کھاتا جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کی ہے اور اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کے عمل ہی کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے۔ (یعنی زرہ بناتے اور ان کو فروخت کرکے روزی حاصل کرتے تھے)
ان اطیب ما اکلتم من کسبکم۔ (الحدیث)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے بہترین روزی وہ ہے جو تم محنت کرکے پیدا کرتے ہو۔

پس اسلامی تمدن میں صنعت وحرفت اور تجارت کی خاطر مختلف پیشے اختیار کرنا کسبِ معاش کے لئے پسندیدہ شے ہے لیکن اسلامی تمدن میں "پیشہ" "ذات" نہیں بناتا اور جس طرح ہندو دھرم میں برہمن، چھتری، ویش اور شودر پیشوں کی وجہ سے قومیں اور ذاتیں بن گئیں۔ اسلام اس کو قبول نہیں کرتا یعنی خیاطۃ (سینے کا پیشہ) حیاکۃ (کپڑا بننے کا پیشہ) ندافۃ (روئی دھننے کا پیشہ) وغیرہ پیشے ہیں جو سید، شیخ، مغل، پٹھان اور ہندوستان کی باشندہ مسلم اقوام وقبائل میں سے ہر ایک کرسکتا ہے اور اس پیشہ کی وجہ سے اپنے خاندان اور کفو سے نکل کر پیشہ کے نام سے مستقل قوم یا ذات نہیں بن سکتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں ہندوستان کے اندر خاندانوں اور قبیلوں میں پیشوں کے نام پر جو مستقل ذاتیں قائم کردی گئی ہیں وہ

دراصل برادران وطن کے اثراتِ جاہلیت میں سے ایک جاہلی اثر ہے اور اسلامی تمدن میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

البتہ معرفت خاندان وقبائل کے پیش نظر جو باہمی امتیازات ہیں یعنی ایک قریشی ہے اور دوسرا انصاری مثلاً تو یہ امتیاز اسلامی تمدن میں بھی صرف باہمی معرفت اور قرابت رشتہ کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔ پس اسلامی تمدن یہ جائز نہیں رکھتا کہ کوئی خاندان، قبیلہ یا کنبہ جو کسی دوسرے خاندان کے آباء واجداد کی شخصی فضیلت یعنی ان کی علمی برتری اور تفوق فی الاسلام کی بنا پر اپنے آباء واجداد کی نسبت ترک کرکے خود کو ان کی جانب منسوب کرے مثلاً اگر ایک شخص حضرت فاطمہ زہراؓ اور حضرت حسینؓ کے رشتہ سے ہاشمی کہلاتا ہے تو غیر ہاشمی کے لئے ممنوع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نسلی قرابت کی بنا پر خود کو ہاشمی کہلانے لگے کیونکہ ایسا کرنا نہ صرف مذہباً ممنوع ہے بلکہ عقل، فطرت اور اخلاق کی نگاہ میں بھی سخت مذموم ہے اس لئے کہ اس طرح کے دعوے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ خود کو اپنے باپ کی صلب سے پیدا ہونے کا انکار کرتا اور غلط اور خلاف واقعہ طور پر دوسرے شخص کی جانب اپنی نسبت کو منسوب کرتا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دعوی کو قابل لعنت قرار دیا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت اذنی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعیٰ اباً فی الاسلام غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام (بخاری ومسلم)	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے کانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سنا ہے، فرماتے تھے جس شخص نے اسلام میں داخل ہو کر دوسرے کے باپ کو اپنا باپ ظاہر کیا اور اس بات سے باخبر بھی ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے
لیس من رجل ادعی بغیر	جان بوجھ کر دوسرے کے باپ کو اپنا باپ ظاہر کیا
ابیہ وھو یعلمہ الا کفر (الحدیث)	(یعنی دوسرے قبیلہ یا نسل یا خاندان کی جانب
(بخاری ومسلم)	غلط منسوب کیا) تو اس نے کفر کی سی بات کی۔

بدقسمتی سے اس معاملہ میں ہندوستان میں افراط وتفریط کا سلسلہ جاری ہے ایک طرف قریشی ہاشمی، انصاری یعنی سادات وشیوخ اور مغل وپٹھان قوموں نے ہندوؤں کی خالص رسم جاہلیت کو اپنا کر اپنے علاوہ تمام پیشہ ور جماعتوں کو شودر، اچھوت اور ذلیل سمجھنا شروع کر دیا اور فخر ومباہات کے ان تمام طریقوں کو برتنا اور اختیار کرنا تمدن کی زندگی بنا لیا جس کو اسلام نے آکر مٹایا تھا اور حرام اور رسوم کفریہ کہہ کر فنا کر دیا تھا اور دوسری جانب وہ پیشہ ور جماعتیں جن میں سے اکثر وبیشتر ہندوستان ہی کی باشندہ ہیں اور یہیں مشرف باسلام ہوئی ہیں۔ عربی النسل اور فارسی النسل قبائل واقوام کے اس تحقیر آمیز سلوک کو دیکھکر جو وہ محض ان جماعتوں کے پیشہ کی بنا پر ہندو تہذیب سے متاثر ہو کر روا رکھتے تھے۔ خود کو عربی النسل قبائل وخاندان کی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مطابق غیر اسلامی طریقہ ہے۔

اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حسب ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

البادی اظلم	بری بات کی ابتدا کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے

اس سلسلہ میں غیر اسلامی نقطۂ نظر کی ابتدا، ان ہی اقوام وقبائل کی جانب سے ہوئی جو خود کو اونچی اقوام سمجھ کر پیشہ ور اقوام کو حقیر جانتے ہیں لیکن ان کے اس مجرمانہ اور غیر اسلامی طریقۂ عمل کی بنا پر ان پیشہ ور اقوام وقبائل کے لئے کسی طرح اس امر کا جواز نہیں پیدا ہو سکتا کہ وہ اپنے آبائی نسل و خاندان کے خلاف خود کو بغیر کسی شرعی یا تاریخی ثبوت کے غیر نسل وخاندان کی جانب منسوب کرنے لگیں

بلکہ یہ طریق کار تو خود اس نظام اسلامی کے لئے سدراہ بنتا جا رہا ہے۔ جس کو واپس لانے کے لئے پیشہ ور اقوام کا مطالبہ ہے اور جس کا واپس لانا ہمارے نزدیک اس دور میں اسلام کی بہت ہی بڑی خدمت ہے یعنی تمام مسلمانوں کے درمیان بلا تفریق و امتیازِ نسل و قوم معاشرتی و تمدنی مساوات اور اخوتِ عام پیدا کرنا"

پیشہ ور اقوام کا زیر بحث طریق کار اپنے مطالبہ کے خلاف اس لئے سدراہ بن رہا ہے کہ جب انھوں نے مثلاً ہندی النسل ہونے کے باوجود خود کو تاریخی حقائق کے خلاف ہاشمی، قریشی، علوی کہلانا شروع کر دیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اسلام میں برتری اور بڑائی کا معیار "نسب و حسب" ہے نہ کہ "کردار و عمل" تب ہی تو وہ اس مطالبہ کی بجائے "ایک ہندی النسل درزی، موچی، نائی کو بھی اسلامی معاشرت و تمدن میں ایک ہاشمی و قریشی کے مساوی حق ہیں" اس کی سعی میں مشغول ہیں کہ وہ بھی عربی نژاد ثابت ہو جائیں پس اگر تسلیم کر لیجئے کہ ہندوستان کی تمام پیشہ ور اقوام و خاندان بھی عربی النسل ہی ہیں تو پھر اب ان ہندی النسل اقوام کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے جو مثلاً چمار، مہتر، پاسی دھیڑ یعنی ہندؤں کے نظریہ کے مطابق شودر یا اچھوت جاتی سے مسلمان ہوئی ہیں بلکہ مسلم راجپوت مسلم برہمن، مسلم تگا، مسلم جاٹ، مسلم راٹھور قبائل و اقوام کو بھی ہاشمی، انصاری، قریشی، زبیری، علوی ہونے کا دعوی کرنا چاہئے ورنہ تو وہ پھر ان عربی النسل اقوام کے مقابلہ میں کہ جن میں پیشہ ور مسلم قبائل و اقوام بھی شامل ہو گئیں العیاذ باللہ "ہیچ اور حقیر" رہیں گے۔

اس لئے یہ طریق کار بالکل غلط ہے۔ اصل طریق کار وہی ہے جو ہم اس موضوع کی پہلی قسطوں میں بوضاحت اور بالتفصیل بیان کر آئے ہیں اور کفو کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہاں تک ثابت کر آئے ہیں کہ جن فقہاء کے نزدیک کفو کا تعلق معاشرت نکاح سے بہت زیادہ ہے انھوں نے بھی یہ تصریح کر دی ہے کہ عجمی ممالک میں بیشتر "کفو" کا معیار پیشہ کی یکرنگی اور خاندانوں کے باہم رہنے سہنے کی معاشرت

کی یگانگت پر موقوف ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ ایسا ہے کہ دونوں جانب کی افراط و تفریط اور ہر دو جانب سے لومۃ لائم سے قطع نظر اسلامی تمدن کی مساوات عام اور اخوت عامہ کے ان نظریات پر فیصل ہونا چاہئے جن کو اس سے قبل بوضاحت تمام بیان کیا جا چکا ہے۔

صنعت و حرفت یا پیشے کی حیثیت اسلامی تمدن میں جس درجہ نمایاں ہے اس کے کشف حقیقت کے بعد یہ معلوم رہنا ضروری ہے کہ بعض پیشے ایسے بھی ہیں جن کو اسلامی تمدن میں رکیک اور شنیع سمجھا گیا ہے اور ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ مثلاً حجامت[۱] (پچھنے اور سینگی لگانے کا پیشہ) جانوروں کو جفتی کرانے پر اجرت لینے کا پیشہ، یا حرام جانوروں کی بیع و شری کا پیشہ۔ کیونکہ پہلے پیشہ میں خون چوسنے کا کام کرنا ہوتا ہے اور دوسرے اور تیسرے پیشے میں اپنی معاش کو محقر اور ارذل کام کے ساتھ وابستہ کرنا ہے پس اگر پہلا اور دوسرا کام خدمت خلق کے طور پر کبھی اتفاق پیش آجائے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ان کو پیشہ نہیں بنانا چاہئے۔

پیشوں کا تعلق چونکہ بیشتر دوسرے انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ تجارتی کاروبار اور صنعت و حرفت میں لین دین ضروری ہے اس لئے احادیث اور قرآن عزیز میں ان لوگوں کے لئے صدق مقال، حسن گفتگو، نرمی و نرم خوئی کی بہت سخت تاکید کی گئی ہے اور جھوٹ، دھوکا اور سختی و درشتی کو خصوصیت کے ساتھ منع کیا گیا ہے چنانچہ بعض روایات میں جو بعض پیشوں کے متعلق تحقیری جملے یا وعید کا ذکر آتا ہے تو ان میں سے اکثر و بیشتر روایات موضوع اور ناقابل حجت درجہ تک ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں اور اس لئے ان کو روایت کہنا ہی غلط ہے اور بعض روایات جو حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں ان کا مطلب

---

[۱] عرب میں نائی کو حلاق کہتے ہیں اور یہ پیشہ ناپسندیدہ نہیں ہے بلکہ حلال اور طیب کمائی کا پیشہ ہے اور حجام سینگی اور پچھنے لگانے والے کو کہتے ہیں۔

صرف یہ ہے کہ ان میں اس پیشہ کی مذمت مقصود نہیں ہے بلکہ اس طرزِ عمل کی برائی مقصود ہے جو تجربہ کی بنا پر اکثر اس پیشہ کے کارکنوں میں پائی جاتی ہے خواہ وہ نسلاً اس پیشہ کو کرتا ہو یا خود اسی شخص نے اس کو شروع کیا ہو جس طرح ایک جانب تاجرِ صادق کو شہید اور صدیق کے درجہ کی بشارت سنائی گئی ہے اور دوسری جانب اس تاجر کو جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال فروخت کرتا ہے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور اس موقعہ پر ایسا کرنے والے کی شخصیت کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ اس کے تاجر ہونے کے وصف کو مخاطب بنایا گیا ہے پس اسی طرح اگر کسی پیشہ سے متعلق کسی صحیح روایت میں مذمت کا کوئی جملہ مذکور ہے تو جن بر خود غلط مفتیوں یا مولویوں نے ان کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ وہ پیشہ حلال اور جائز ہونے کے باوجود موجبِ دخول جہنم یا قابلِ ملامت و نفرت ہے انھوں نے روایت کے مطلب کو قطعاً مسخ کر دیا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہی ہے جو ہم نے سطورِ بالا میں بیان کیا ہے کہ تجربہ سے اس پیشہ کے اکثر کارپردازوں کی غلط روی کا احساس کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ اس پیشہ کو مخاطب فرمالیا ہے ورنہ جبکہ خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بننے کے پیشے، بڑھئی کے پیشے، لوہاری کے پیشہ، سینے کے پیشہ، بکری چرانے کے پیشہ جیسے پیشوں کو پسند فرمایا ہو اور ان کو انبیاء علیہم السلام کا پیشہ بتایا ہو تو وہ ذات قدسی صفات کس طرح کسی حلال اور جائز پیشہ کو محض پیشہ کی وجہ سے مستحق وعید ٹھیرا سکتی ہے؟

تنبیہ کی یہ شکل ہر زبان کے محاورات میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ حالی مرحوم خود بلند پایہ شاعر تھے اور شعر گوئی کا کافی ذوق رکھتے تھے لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ علم اور فنی استعداد کے فقدان کے باوجود ملک میں شعر گوئی کا چسکا حد سے بڑھتا جا رہا ہے اور شاعری کا دائرہ بھی گل و بلبل کی لغو شاعری سے گذر کر مفید ترقی پانے کی بجائے اور زیادہ پست اور اس کا معیار بہت گرتا جا رہا ہے تو وہ شاعروں کے متعلق یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔

"جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے"

مگر اس کا مطلب کسی نے بھی یہ نہیں سمجھا کہ مفید شاعری کوئی بری شے ہے اور نہ یہ سن کر معیاری شعراء نے کوئی برا مانا بلکہ اس گرفت اور عدل پر حالی مرحوم کو بہت زیادہ سراہا۔ نیز قرآن عزیز کا مطالعہ کیجئے تو سورۂ شعراء میں شعراء کے متعلق سخت وعید پائیے گا "والشعراء یتبعھم الغاوون۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون۔" اور یہ اس لئے کہ شعراء کی عام زندگی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کذب بیانی، عریاں اور فحش مضامین کا اظہار اور قول و عمل کے تضاد کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ لہذا ایسے شعراء کو قابلِ مذمت قرار دیا گیا لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نفس شعر یا نفسِ شاعری قابل ملامت و مذمت ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اگلی آیات میں یہ استثناء موجود نہ ہوتا۔ "الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا۔" یعنی اگر ایک شاعر ایمان باللہ رکھتا، عمل صالح سرانجام دیتا، یادِ الٰہی سے غفلت نہیں کرتا اور ظالموں کے مقابلہ میں اس کو مظلوموں کی نصرت و اعانت کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ بلا شبہ اس وعید سے خارج اور قابل مدح و ستائش ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کے لئے جبکہ وہ مشرکین کی تردید میں آپ کی مدح و منقبت سنا رہے تھے یہ ارشاد فرمایا تھا "اللھم ایدہ بروح القدس" الٰہی! حسان کے اس شاعرانہ کلام کی روح القدس کے ذریعہ تائید کر یعنی اس کو مزید قوتِ کلام عطا فرما۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عربی النسل اقوام و قبائل میں خصوصاً اور دوسرے مسلمانوں میں عموماً ایک یہ غلط خیال قائم ہو گیا ہے کہ جو قبائل و اقوام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے دور میں مسلمان ہوئی ہیں ان کے علاوہ تمام عجمی اقوام "نومسلم" ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ منگولیا کے باشندہ "مغل" اور پختان کے باشندہ "پٹھان" اگرچہ عربی النسل قبائل کے آباء و اجداد کے بعد مسلمان ہوئے لیکن چونکہ صحابہ کے عہد میں اسلام لا چکے ہیں اس لئے یہ سب اشرف اقوام و قبائل ہیں اور باقی ان سے کمتر و کہتر اور اسی کی تعبیر کے لئے انھوں نے لفظ "نومسلم"[عہ] کا اطلاق صرف اسی شخص پر ہوتا ہے جو بذاتِ خود کفر و شرک کو ترک کر کے مشرف باسلام ہوا ہو اور اس کے بعد اس کی نسل پر یہ اطلاق اس معنی میں صحیح نہیں ہے اور

عہ دیکھیے ایک خاص اصطلاح بن گئی ہے حالانکہ [illegible]

یہ لفظ بھی اس کی حقارت کے لئے وضع نہیں کیا گیا بلکہ صرف اس معرفت کے لئے ہے کہ یہ ناپاک زندگی سے نکل کر پاک زندگی میں داخل ہوا ہے۔ لہٰذا وہ قبائل واقوام جو ہندی النسل ہوں یا کسی اور ملک کی باشندہ ہوں مگر وہ اپنی چند پشتوں سے مسلمان ہیں اس معنی کے لحاظ سے "نومسلم" نہیں کہی جاسکتیں۔

البتہ اس میں شبہ نہیں ہے کہ جن قبائل واقوام کے آباء واجداد قدیم فی الاسلام ہیں خود ان کو اپنے اس عمل خیر کی قدامت کی وجہ سے ضرور ان قبائل واقوام کے آباء واجداد پر بزرگی اور برتری حاصل ہے جو قدیم فی الاسلام نہیں ہیں اور صدیوں بعد آغوش اسلام میں داخل ہوئے ہیں چنانچہ اسلام میں سبقت و بعدیت کے لحاظ سے بزرگی اور برتری کا معیار خود عربی النسل قبائل وافراد کے درمیان بھی تسلیم کیا گیا ہے اور قرآنِ عزیز کی یہ آیت اسی اعترافِ حقیقت کے لئے نازل ہوئی ہے۔

والسابقون السابقون — جو سبقت کرنے والے ہیں وہ سبقت کرنے والے ہیں

اولئك المقربون — وہی مقرب ہیں۔

لیکن اجروثواب کا ازدیاد اور بزرگی وبرتری کا یہ منصب اُن افراد اور قبائل ہی کے حق میں ہے جو خود اپنی ذات سے اس کا مصداق بنے اور اس لئے ان کی اولاد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ یا فاروقِ اعظمؓ، یا ذی النورینؓ، یا علی حیدر (رضی اللہ عنہم) کی سابقیت فی اسلام کا نام لے کر ان عجمی قبائل واقوام کو حقیر وکمتر جانیں جن کے آباء واجداد کو سابقیت کا یہ شرف نہیں مل سکا۔ البتہ جیسا کہ ہم اس موضوعِ بحث کی ابتدا میں بھی کہہ چکے ہیں اگر ان سابقین فی الاسلام کی اولاد ان کے قدم بقدم گامزن رہی تو قیامت میں یہ مصداق آیت

والحقنا ھم ذریتھم — اور ہم ان بزرگوں کی ذریت کو ان کے ساتھ ملادینگے

ضرور اپنے بزرگوں کے اس شرف سے بہرہ اندوز ہوں گے۔